

جدید مزاحمتی ایرانی شاعری پر ایک نظر

ڈاکٹر محمد ناصر ☆

Abstract

Literature at large, and poetry in particular is bound to reflect the inner feelings, heart felt sentiments and social pains. Classical Persian poetry, despite all its beauty, could never reflect the problems and pains of common people. Even some all time greats like Sa'di and Rumi could not come up to the expectations. In late 19th and early 20th century, new topics e.g patriotism, democracy and rule of law completely changed the face and fabric of Persian poetry. More importantly, the Islamic revolution and then the imposed war had a great impact on minds and thoughts of young Iranian poets. In this article the modern style resistant Iranian poetry has been introduced and evaluated.

شعر و ادب اور جذبہ و احساس کا ساتھ چولی دامن کا ہے۔ شاعر اور ادیب معاشرے کے حساس ترین افراد ہونے کے ناطے باطنی احساسات و جذبات، معاشرتی مسائل اور سماجی دکھوں کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے ہیں اور یوں ادب لافانی روح کے جاوداں آپنے میں ڈھل جاتا ہے۔ کلاسیکی فارسی شاعری اپنی تمام تر دلکشی، رعنائی اور جاذبیت کے باوجود اپنے دامن پر یہ انمٹ داغ لیے ہوئے ہے کہ فارسی شعر و ادب عوام الناس کے دکھوں اور مسائل و تکالیف سے ہمیشہ کوسوں دور ہی رہا ہے۔ فارسی ادب کی

☆ اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

درخشاں تاریخ کے عظیم شعرا بادشاہوں کی مدح اور امرا و وزرا کی خوشامد میں مصروف رہے اور انھوں نے غریبوں، مزدوروں، کسانوں، عورتوں اور معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کی آواز بننے کی کوشش کبھی نہیں کی۔ اخلاقی اور عرفانی ادب کی اہمیت و افادیت اور عظمت و شوکت اپنی جگہ لیکن معاشرتی و سماجی مسائل کے ادراک سے پہلو تہی کا کوئی معقول سبب اور منطقی جواز سمجھ میں نہیں آتا۔

سعدی (۶۰۶-۶۹۱ھ) کی عظمت سے کون منکر ہے، لیکن اس حقیقت سے چشم پوشی بھی ممکن نہیں کہ ایک طرف عالم اسلام منگولوں کے طوفانی حملوں کی زد میں تھا، چنگیز خان اور پھر اس کا پوتا بلاکو خان آسمانی عذاب کی صورت میں عظیم اسلامی تہذیب کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روند رہے تھے اور شاعر حسن و عشق، گل و بلبل اور زلف و کاکل کی داستانیں سنا سنا کر سادہ مزاج لوگوں کو سنہرے سپنے دکھانے میں مصروف تھے۔ ۶۵۶ھ میں سقوط بغداد کا سانحہ پیش آیا اور عین اسی سال تالیف ہونے والی تاریخ بشر کی عظیم اخلاقی کتاب گلستان میں اس کی پرچھائیں تک دکھائی نہیں دیتی، محض ایک مرثیہ اور چند اشعار کو اشک شونی ہی کہا جا سکتا ہے۔ خدائے سخن مولانا جلال الدین رومی (۶۰۴-۶۷۲ھ) کی عظیم مثنوی اور کلیات شمس بھی اس کیفیت سے مبرا نہیں۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی عیسوی کے اوایل میں فارسی شاعری میں قابل ذکر تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں، جن کے نتیجے میں نئے نئے موضوعات پہلی بار فارسی شاعری کا حصہ بنے۔ دیگر معاشرتی اور سماجی مسائل کے ساتھ ساتھ حب الوطنی، حریت پسندی، آزادی خواہی، قانون کی حکمرانی اور جمہوریت جیسے تروتازہ موضوعات نے فارسی شاعری کا مزاج ہی بدل ڈالا۔ یوں گذشتہ صدی فارسی شاعری کے ارتقا کے حوالے سے بے حد اہم ٹھہری، بالخصوص ایران کے اسلامی انقلاب اور بعد ازاں آٹھ سالہ طویل جنگ نے ایرانی شاعری کا مزاج اور موضوع بالکل ہی بدل ڈالا، اور نوجوان ایرانی شعرا نے بین الاقوامی مزاحمتی ادب میں ممتاز مقام حاصل کر لیا۔

۱۱۔ فروری ۱۹۷۹ء کو چشم فلک نے اڑھائی ہزار سالہ ایرانی شاہنشاہیت کے بت

کوسرنگوں ہوتے ہوئے دیکھا اور اگست ۱۹۸۰ء میں اسلامی جمہوریہ ایران پر جنگ مسلط کر دی گئی اور یہ کشور عزیز آٹھ طویل برسوں تک خاک و خون میں غلطاں رہا۔ ابھی اہل ایران عوامی و اسلامی انقلاب کی برکتوں کو سمیٹ ہی نہیں پائے تھے کہ اسے تاراج و غارت کرنے کے منصوبے پروان چڑھنے لگے، لیکن عظیم تاریخ و قدیم ثقافت کی حامل ایرانی قوم نے مادر وطن کا دفاع کرتے ہوئے شجاعت و دلیری کی بے مثال داستانیں رقم کیں جو ایرانی تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔

فارسی شعر و ادب کے حوالے سے ہمیشہ سے ایک غنی و پر بار زبان رہی ہے۔ بالخصوص اسلامی عہد میں، پہلی دو صدیوں کو چھوڑ کر، فارسی زبان میں انسانی جذبات و احساسات کا اظہار کثرت سے شعری قالب میں ہوتا رہا ہے۔ (۱) اور یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ شاعر، خصوصاً بیسویں صدی کا شاعر اپنے گرد و پیش کے حالات و واقعات کو نظر انداز نہیں کر سکتا، جیسا کہ احمد شاملو نے کیا خوب کہا ہے:

امروز

شعر

حربہ خلق است

زیراکہ شاعران

خود شاخہ ای ز جنگل خلق اند

نہ یاسمین و سبیل گل خانہ فلان ...

بیگانہ نیست

شاعر امروز

با درد ہای مشترک خلق

او بالبان مردم

لب خندی زند

درد و امید مردم را

با استخوان خویش، پیوندی زند۔ (۲)

پس اگر گزشتہ ربع صدی کی جدید فارسی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو انقلابی اور مزاحمتی شاعری اس کا جزو لاینفک نظر آتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ عہد حاضر کی شاعری کے رخساروں پر دکھائی دینے والی سرخی شہدائے لہو کی مرہونِ منت ہے۔ دورانِ جنگ ایرانی قوم سیسہ پلائی دیوار بن گئی اور ادبی میدان میں نوجوان شعرا کی کثیر تعداد نے ملی شعور کو اجاگر کرنے اور شہدائے دفاع کشور کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے شعر کہے۔

کل کی بات ہے کہ ہم مسلمان مزاحمتی شاعری، جنگ و مظلومیت کو فلسطینیوں سے منسوب کرتے تھے اور عربی زبان کے مزاحمتی ادب کو ترجمہ کرتے تھے لیکن آج ہمارے ہاں فارسی زبان میں ایسی شاعری موجود ہے جس کا ترجمہ بین الاقوامی زبانوں میں کیا جانا چاہیے، کیونکہ اہل ایران عہد حاضر میں خود جنگ کے جاں گداز تجربے سے گذر چکے ہیں۔ (۳)

معاصر شعرا نے قدیم و جدید ہر دو اسالیب میں طبع آزمائی کی ہے۔ مثنوی، غزل، قصیدہ، رباعی و دوہیتی جیسی روایتی اصنافِ سخن میں بھی کثرت سے شعر کہے گئے۔ رباعی کے اہم شاعروں میں پرویز بیگی حبیب آبادی، حسن حسینی، زیبا طاہریان، قیصر امین پور، ید اللہ مفتون، مجتبیٰ کاشانی اور علی رضا قزوہ نمایاں ہیں۔ (۴)

مزاحمتی غزل میں مرتضیٰ نوربخش، زکریا اخلاقی، نصر اللہ مردانی، محمد رضا محمد نیکو، حسن حسینی، حمید سبزواری، مہدی منفرد اور ساعد باقری نے بہت نام کمایا۔ (۵)

مثنوی جیسی صنفِ سخن بھی جدید مزاحمتی شاعروں کی توجہ کا محور بنی اور حمید سبزواری، محمد شاہرخی، سید رضا مؤید، قدرت اللہ صاحب کار، مشفق کاشانی، محمود شاہرخی، قیصر امین پور، احمد عزیزی نے دلکش اور مؤثر مثنویاں کہیں (۶)، لیکن زیر نظر مقالے میں نینائی یا جدید اسلوب میں کہی گئی مزاحمتی شاعری کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ابوالقاسم فردوسی (۹۳۵-۱۰۲۰ء) کے نام سے کون واقف نہیں، (۷) عالمی

ادب میں شاہنامہ فردوسی سے بڑھ کر جرأت و بہادری اور شجاعت و دلیری کی منظوم داستان نہیں ملتی۔ (۸) اس عظیم ادبی ورثے کی حامل قوم نے بیسویں صدی میں آنی والی افتاد اور مسلط کردہ جنگ کے دوران بھی اپنے قومی وقار و آہدہ کو برقرار رکھا۔ (۹) حسن حسینی کی ایک معتبر نظم ’اعجاز‘ اس کی عمدہ مثال ہے:

دلا دیدی آن عاشقان را؟

جہانی رہائی در آواز شان بود

و در بند حتی

قفس شریکین از شکوفائی شوق پرواز شان بود

پیام آوری کہ در قتل گاہ ترنم

سردون، علی رغم زنجیر

اعجاز شان بود

بہ سرسبزی نخل ایثار

بہ این آبیہ ہای تناور

دلا گر نہ ای سنگ

ایمان بیاور۔ (۱۰)

اس نظم میں ان نوجوانوں میں ہمت و حوصلے کو ایک معجزہ قرار دیا گیا ہے جو دشمن کی قید میں ہونے کے باوجود سر بلند و سرفراز ہیں، اور ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی۔ تمام تر مساعد حالات کے باوجود وہ دشمن کے مقابل سر جھکانے کو تیار نہیں، اور شاعر پکار اٹھتا ہے کہ اے دل، اگر تم پتھر نہیں ہو تو ہمت و حوصلے کی ان آیات پر ایمان لے آؤ۔

سید مہدی شجاع کی نظم ’در جہہ ہای ما‘ (ہمارے محاذوں پر) شاعر کی پختگی اور تخیل کی تازگی کا پتہ دیتی ہے۔ محاذ جنگ کا نقشہ تقریباً تمام شعرا نے قدیم و جدید اصنافِ سخن میں کھینچا ہے۔ مہدی شجاع کی یہ نظم بھی ملاحظہ فرمائیے جس میں متنوع تجریدی

تغایر مثلاً ”سبزی صداقت، ایمان ناب سرود سبز، شیخ بیدار رحمت، مرجان عشق ہمیں ایک اور ہی دنیا میں لے جاتی ہیں۔

اس طویل نظم سے اقتباس:

در جہہ ہای ما

سرباز پاسدار

گل ہای زخم خویش را

لب خندی زند

در جہہ می توان

مرجان عشق را

از قامت شکستہ و بیجان ہر صدف

بر دامن بلوری معشوق

رقصندہ یافت...

روح خدا

در جہہ می خروشد و فریادی زند

ای کاش در ہر کجای خاک

روح خدا، این روح جاری قرآن

روح جہہ بود۔ (۱۱)

محمد رضا عبدالملکیان کی ”جنگوی جہہ ہای سہ سالہ“ ایک نثری نظم ہونے کے باوجود جذبات و احساسات کا طوفان بلاخیز ہمراہ لیے ہوئے ہے۔ اسے شاعرانہ نثر کا نام دیں یا نثری نظم پکاریں، لیکن جذبات کی شدت اور تاثیر و نفوذ سے انکار ممکن نہیں۔ بھلا اس نظم کو آتشیں تنقید کا نشانہ کیسے بنایا جاسکتا ہے؟! ہمارے مقابل تو وہ کم سن جنگجو ہے جو محاذ جنگ پر تجربات کی آگ سے گزرا ہے، اور بقول شاعر یہ جنگجو: ”خورشید در آستین و حماسہ در پنچہ است“۔ عبدالرضا ملکیان کا زور بیان تو دیکھیے:

این جنگجو در عشق شگفته است
 این جنگجو با شمشیر ایمانش جهان نامرادی را بہ دو نیم کرده است
 این جنگجو بر شانہ ہای خورشید نور می پاشاند۔ (۱۲)
 وزن و قافیہ کی پابندیوں کو ایک طرف رکھیے، جذبہ و احساس کی گرہ کو کھولیں،
 چشم دل دیکھیے، اور یہ نظم ملاحظہ فرمائیے:

تو چرا می جنگی؟
 پسر می پرسد
 من تفنگم در مشت
 کولبارم بر پشت
 بند پوتینم را محکم می بندم
 مادرم آب و آیینہ و قرآن در دست
 روشنی در دل من می بارد
 پسر بار دیگر می پرسد
 تو چرا می جنگی؟
 با تمام دل خود می گویم:
 تا چراغ از تو نگیرد دشمن (۱۳)

سچ کہیے وزن و قافیہ سے بے نیاز یہ چند سطریں کتنے ہی موزوں و مقفیٰ اشعار
 پر بھاری ہیں۔ کیا کوئی مشفق باپ محاذ جنگ پر روانہ ہوتے ہوئے اپنے ننھے بیٹے کو اس
 سے بڑھ کر خوبصورت اور جامع جواب دے سکتا ہے؟

قیصر امین پور کی طویل نظم، ”شعری برای جنگ“ مزاحمتی شاعری کا جاوداں
 نمونہ ہے۔ یہ نظم محض شاعرانہ تخیل کا نتیجہ نہیں بلکہ شاعر کے ذاتی تجربات کا نچوڑ اور درد کا
 حاصل ہے۔ سلاست و شیرینی، صراحت و روانی اور پے در پے تصاویر نظم کو فنی
 خوبصورتی عطا کرتی ہیں۔ مظلومیت، مدافعت، صمیمیت جیسے احساسات نظم کو منفرد رنگ

بخشتے ہیں، بالخصوص نظم کا اختتام بے حد اثر انگیز ہے۔ یہ ایک طویل نظم ہے محض آخری چند سطریں ملاحظہ فرمائیے:

یک روز

از باغبان شہرم، پرسیدم

ایتگو نہ باشتاب چہ می کاری؟

خندید و بادو چشم ہراسان گفت:

انسان

تازہ نہال پرثمری را

محصول عمر خود، پرسم را

امسال

محصول باغ ہا ہمہ لالہ است۔ (۱۴)

کربلا اور حضرت امام حسین کے کردار کا ذکر مزاحمتی شاعری کو تقدس کا لبادہ

اوڑھا دیتا ہے۔ حسن حسینی کی نظم ”ہم صدا با خلق اسماعیل“ کا یہ بند ملاحظہ فرمائیے:

معراج مردان را

تقامت بہتی

بہ زخم حسین

و ازین روست

ای دوست

کہ خورشید

در ہر غروب، بہ زخم ستارہ کون شقیقہ است

اقتدا می کند و ہر گاہ

نام تو را

چونان سلام سرخ نمازش

ادامی کند۔ (۱۵)

غلام رضا رحمدل کا نام مزاحمتی شاعری میں نمایاں ہے، ان کی نظم ”تندلیس ہای آتش و باران“ تصویر سازی اور تخیل کے اعتبار سے ممتاز مقام کی حامل ہے۔ (۱۶) مثلاً درج ذیل تراکیب ملاحظہ فرمائیے:

روح بزرگ کو چک جنگل؛ جنگل حریت خشم؛ گل ہای خون گرفتہ گیان؛
گیان حریت عشق شمار تفسیر می کند۔

اسی طرح بعض تجریدی تصاویر بھی ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کرتی ہیں۔ مثلاً

روح بزرگ؛ بیکران غیرت؛ خوشہ ہای خشم؛ چشم ہای پرواز؛ صلابت البرز؛
راستای روشن پیکار۔

بطور مجموعی ”تندلیس ہای آتش و باران“ غلام رضا رحمدل کی نمایندہ ترین نظم کہی جاسکتی ہے۔

ہم وطنوں کو مزاحمت، مقاومت و مدافعت کے لیے پکارتے، فریاد کرتے ہوئے، شاعر کا سینہ غم و اندوہ سے بھر جاتا ہے۔ ایسے ہی احساسات کی ترجمان نظم ”این سبز سرخ کیست“ ہے۔ جس میں قیصر امین پور لفظوں کے رنگوں سے مصوری کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ترکیب آفرینی، خیال انگیزی، تصویر سازی، قدرت کلام، نازک احساسات اور لطیف جذبات کی حامل یہ سحر انگیز و اعجاز آمیز نظم ہمیں ایک اور عی دنیا سے آشنا کرتی ہے۔ شاعر شہدا کے پیوند خاک ہونے کو پھولوں کی کھیتی (کاشت گل) قرار دیتے ہوئے کہتا ہے:

او را چنان کہ خواست

با آن لباس سبز بکارید

با آن لباس ”لا“

غنسل و کفن ندارد این سبز سرخ ما

او را چنان کہ خواست
با آن لباس سبز بکارید
تا چون ہمیشہ سبز بماند
تا چون ہمیشہ سبز بماند
او را وقتی کہ کاشتند
ہم سبز بود، ہم سرخ
آن گاہ

آن یار بی قرار
آرام در حضور خدا، آسود
ہر چند سرخ سرخ بہ خاک افتاد
اما

این ابتدای سبزی او بود۔ (۱۷)

محمد کریم جوہری کی ایک نہایت مختصر لیکن بے حد اثر انگیز نظم پر اس بحث کو سمیٹتے
ہیں، نظم کا عنوان ہے، ”سپیدہ“:

کجاست؟

شہاب ثاقب عشقی

کہ در شمی تاریک

بسوخت تیرگی و روشنی بہ عالم داد

کجاست؟

رہا پرندہ خونین پری

کہ با خوش

بہ لوح سرخ شہادت نوشت:

بستیزید

کجاست؟
لالہ خونین دلی
کہ با خوش
بہ خاک پاک شہیدان این وطن بنوشت:
سپیدہ سر زودہ یاران
ز خواب برخیزید۔ (۱۸)

حواشی:

- ۱۔ زرین کوب، عبدالحسین، (بے تاریخ)؛ دو قرن سکوت، تہران۔
- ۲۔ شاملو، احمد، (الف۔ بامداد)، (۱۳۷۸ش)؛ مجموعہ آثار احمد شاملو، بہ کوشش نیاز یعقوب شاعی، دفتر کیم: شعر، (ہوای تازہ)، جلد اول، ص ۱۵۵، انتشارات زمانہ، تہران۔
- ۳۔ نمونے کے طور پر دیکھیے:
آرین پور، تکی، (۱۳۷۲ش)؛ ز صبا تا نیا، (۲ جلد)، چاپ چہارم، انتشارات زوار، تہران۔
- ایضاً، (۱۳۸۴ش)؛ از نیا تا روزگار ما، انتشارات زوار، چاپ اول، تہران۔
- اکبری، منوچہر، (۱۳۷۱ش)؛ نقد و تحلیل ادبیات انقلاب اسلامی، بخش اول: شعر، سازمان مدارک فرهنگی انقلاب اسلامی، وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، چاپ اول، تہران۔
- ایضاً، نقد و تحلیل شعر دفاع مقدس، (۱۳۷۷ش)؛ جلد اول، سازمان مدارک فرهنگی انقلاب اسلامی، وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، چاپ اول، تہران۔
- باقری، ساعد؛ محمدی نیکو، محمد رضا، (۱۳۷۲ش)؛ شعر امروز، چاپ اول، انتشارات

بین المللی الہدی، تہران۔

شمیسا، سیروس، (۱۳۸۳ش)؛ راہنمای ادبیات معاصر، چاپ نخست، نشر میتر، تہران۔

لنگرودی، شمس، (محمد تقی جوہری گیلانی)، (۱۳۸۱ش)؛ تاریخ تحلیلی شعر نو، (چهار جلد)، چہارم، نشر مرکز، تہران۔

مجموعہ مقالہ های سمینار بررسی ادبیات انقلاب اسلامی، (۱۳۷۳ش)؛ سازمان مطالعہ و تدوین کتب علوم انسانی دانشگاهہا، چاپ اول، تہران۔

محمدی، حسن علی، (۱۳۷۳ش)؛ از بہار تا شہریار، چاپ دوم، انتشارات ارغنون، تہران۔

۴۔ مثالوں کے لیے دیکھیے:

باقری، ساعد؛ محمدی نیکو، محمد رضا، (۱۳۷۲ش)؛ شعر امروز، چاپ اول، انتشارات بین المللی الہدی، تہران، صص ۲۱۹-۲۵۹۔

۵۔ ایضاً، صص ۱۷-۱۱۹

۶۔ ایضاً، صص ۱۲۱-۲۱۷

۷۔ دیکھیے: صفاء، ذبیح اللہ، (۱۳۷۵ش)؛ حماسہ سرایی در ایران، انتشارات فردوس، تہران۔

۸۔ فردوسی، ابوالقاسم، (۱۳۷۴ش)؛ شاہنامہ، (سہ مجلد)، بہ اہتمام محمدی قریب و محمد علی بھبودی، چاپ اول، انتشارات توس، تہران۔

۹۔ دیکھیے:

چو ایران نباشد تن من مباد

بدین بوم و بر زندہ یک تن مباد

- ہمہ سر بہ سرتن بہ کشتن دھیم
از ان بہ کہ کشور بہ دشمن دھیم
- ۱۰۔ حسن حسینی، (۱۳۶۲ ش)؛ بہ نقل از روزنامہ جمہوری اسلامی، ۸ دی ماہ۔
- ۱۱۔ مہدی شجاعی، (۱۳۵۹ ش)، بہ نقل از روزنامہ جمہوری اسلامی، شمارہ ۲۵۱، ۲ دی ماہ، ۱۲-۱۳۵۹ ش۔
- عبدالملکیان، محمد رضا، (۱۳۶۳ ش)؛ فصلنامہ ہنر، شمارہ ۵، زمستان ۱۳۶۲ ش، بہار ۱۳۶۳ ش۔
- ۱۳۔ ایضاً، گاہنامہ میلاد، دفتر سوم، ص ۸۲۔
- ۱۴۔ قیصر امین پور، (۱۳۶۳ ش)؛ تنفس صبح (مجموعہ شعر)، انتشارات حوزہ ہنری سازمان تبلیغات اسلامی، چاپ اول، تہران۔
- ۱۵۔ حسن حسینی، (۱۳۶۳ ش)؛ ہمصد اباحلق اسماعیل (مجموعہ شعر)، صص ۶۳-۶۴، واحد انتشارات حوزہ ہنری سازمان تبلیغات اسلامی، چاپ اول، تہران۔
- ۱۶۔ رحمدل، غلام رضا، (بے تاریخ)؛ شعر، مسابقہ جنگ، وزارت ارشاد اسلامی۔
- ۱۷۔ قیصر امین پور، (۱۳۶۳ ش)؛ تنفس صبح (مجموعہ شعر)، انتشارات حوزہ ہنری، سازمان تبلیغات اسلامی، چاپ اول، تہران۔
- ۱۸۔ جوہری، محمد کریم، ۱۳۶۲ ش؛ روزنامہ جمہوری اسلامی، ۳۱ شہر یور ۱۳۶۲ ش۔

